بیع صرف کی معاصر تطبیقات: اسلامی مالیاتی اداروں کے معاملات کا شرعی جائزہ

Contemporary Applications of *Bayʿ al-Sarf* : Shariah Analysis of in Islamic Financial Institutions

Dr. Hafiz Moazzum Shah
Lecturer Shariah Department,
Allama Iqbal Open University Islamabad
smoazzum@gmail.com

Hafiz Muhammad Umar Farooq
Phd Scholar, Quran o Tafseer Department
Allama Iqbal Open University Islamabad
m.umarfarooq.pk@gmail.com

ABSTRACT

Trading in currencies is a type of permissible sale contracts. Its legitimacy is proved by Quran and Sunnah. There are some special rules and regulations set by shariah for this type of sale, like taking possession on spot and if counter values are of the same currency they must be of equal amount. However the contemporary applications of this contract, especially in Islamic financial institutions, need to be investigated to come up with solutions faced by these institutions. The purpose of this research article is to explain the shariah ruling related to trading in currencies by discussing the modern practices being applied by Islamic financial institutions. This article proceeds with an introduction of Surf contract. The second part will discuss the contemporary applications in modern Islamic financial institutions. This discussion includes the legitimacy of agency in trading of currencies, use of modern means of communication for currency trading, bilateral promise to purchase and sell currencies, exchange of currencies that are debt owed by the parties, combination of currency exchange and transfer of money and some forms of dealing in currencies through institutions. The last part explains the findings of this discussion on the topic.

Keywords: exchange, counter values, trading of currencies, debt, permissible

مقدمہ

عقد صرف دراصل ثمن یا کرنسیوں کے تبادلے کا نام ہے۔ اور دنیا میں جدید کرنسیوں کے ایجاد اور تجارتی بنیادوں پر اس کے وسیع پیمانے خرید و فروخت کے نتیجے میں اس عقد کی اہمیت اس لیے بھی زیادہ ہو گئی کہ اس کی نت نئی اور پیچیدہ صورتیں سامنے آرہی ہیں۔ دوسری طرف اس عقد کے کچھ خاص قواعد و ضوابط ہیں جو اس کو خرید و فروخت کی دیگر صورتوں سے ممتاز کرتی ہے اور ان شروط کا لحاظ رکھنا اس وجہ سے بھی ضروری ہے کہ اگر ان کا لحاظ نہ رکھا جائے تو اس سے سود کا دروازہ کھل سکتا ہے۔

اس لیے ضرورت محسوس کی گئی کہ عصر حاضر میں اسلامی مالیاتی اداروں میں جاری عقد صرف کی صورتوں کا جائزہ لیا جائے اور فقہ اسلامی کی روشنی میں اس کے جواز اور عدم جواز کا حکم متعین کیا جائے۔

ذیل میں عقد صرف کے ابتدائی تعارف اور شروط کے بعد ان معاصر مسائل پر بحث کی گئی ہے جو عقد صرف سے متعلق ہیں۔

بیع صرف کا لغوی معنٰی:

لغة: ''رَدُّالشَّیئِ عَن وَ وجهه''۔ صَرَ فَه یَصرِ فه صَرفا۔[1]

اس کا معنی ہے کسی چیز کا رخ پھیرنا۔

القاموس کے مطابق الصرف کے درج ذیل معانی آتے ہیں۔[2]

توبہ، زائد چیز، وزن، کمانا یا حیلہ کرنا، چنانچہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔

''فَمَا تَستَطِیعُونَ صَرفاً وَّلاَنَصراً''[3]

اب نہ تم لوٹا سکتے ہو اور نہ مدد کر سکتے ہو۔

المصباح میں لکھا ہے کہ: صَرَفتُه عَن وَجهه صَرفاً۔ باب ضَرَبَ سے۔ وَ صَرَفتُ الاجیرَ اوِالصَّبیَّ ۔ خَلَّیتُ سَبِیله ۔ وَصَرفتُ المَاَلَ ای اَنفَقته۔[4]

کسی چیز کا رخ پھیرنا، مزدور یا بچے کو جانے دینا، مال خرچ کرنا۔

فقہ کی مشہور کتاب ردّالمحتار میں لکھا ہے۔ الصرفُ لغة :اَلزِّیَادة۔[5]

بیع صرف کی اصطلاحی تعریف:

فقہ حنفی میں بیع صرف کی تعریف:

هو شرعاً بيعُ الثمنِ بالثمنِ اَی ما خُلِقَ للثَّمنية و منه المصوغ جنساً بجنسٍ او بغير جنسٍ۔[6]

"اور شریعت میں بیع صرف ثمن کے ثمن کے ساتھ خرید و فروخت کو کہتے ہیں۔یعنی جو خلقی طور پر ثمن ہوں۔ڈھلی ہوئی اشیا بھی اس میں داخل ہیں خواہ جنس کا جنس کے ساتھ تبادلہ ہو یا غیر جنس کے ساتھ"۔

بدائع الصنائع میں ہے۔فَالصَّرفُ فِی مُتعارِ فِ الشَّرعِ اسمٌ لِبَیعِ الاَثمَانِ المطلَقة بَعضِها بِبَعضٍ وهُوَ بَيعُ الذَّهبِ بِالذَّهبِ و الفضة بِالفِضّة وَاَحَدِ الجِنسَينِ بِالاٰخَرِ۔[7]

"عرف شریعت میں "صرف" ایک ایسی بیع کا نام ہے جس میں دونوں طرف اثمان مطلقہ ہوں اس طرح کہ سونے کو سونے کے مقابلے میں ،چاندی کو چاندی کے مقابلے میں،ایک جنس کو دوسرے جنس کے مقابلے میں فروخت کیا جارہا ہو"

فقہ مالکی میں بیع صرف کی تعریف:

المصارَفة هي بيعُ نقدبنقدٍ۔[8]

مصارفہ زر کے مقابلے میں زر کی خرید و فروخت کو کہتے ہیں۔خواہ جنس ایک ہی ہو یا مختلف ہو۔

فقہ شافعی میں بیع صرف کی تعریف:

بيعُ النّقدِ بالنّقدِ من جِنسِه وَ غيره يُسمّى صَرفاً۔[9]

نقد کے مقابلے میں نقد کی بیع کو صرف کہتے ہیں۔ جنس خواہ ایک ہوں یا مختلف ہوں۔ایک اور جگہ لکھا ہے۔(والنّقدُ بالنّقدِ) والمرادُبه الذهبُ والفضّةُ مضروباً كان او غَيرَ مَضرُبٍ۔[10]

"نقد کے مقابلے میں نقد کی بیع کو صرف کہتے ہیں۔اور اس سے مراد سونا اور چاندی ہے۔چاہے ڈھلے ہوئے حالت میں ہوں یا غیر ڈھلے ہوئے حالت میں ہوں"۔

فقہ مالکی میں بیع صرف کی تعریف:

وذالِکَ انّها اِذاکانت عيناً بعينٍ فلا تخلُو اِمّا ان تكونَ ثمناً بِمثمونٍ او كانَت ثمناً بِعينٍ فاِن كانَت ثمناً بِثَمنٍ سُمّى صرفاً۔[11]

"اگر بیع کا معاملہ عین کا عین کے ساتھ ہو تو پھر دو صورتیں ہیں۔یا ثمن کا ثمن کے ساتھ مبادلہ ہو گا یا ثمن کا عین کے ساتھ ہو گا۔اگر ثمن کا ثمن کے ساتھ تبادلہ ہو تو اس کو صرف کہتے ہیں۔

البتہ اکثر مالکیہؒ کے ہاں عقدِ صرف کیلیے درج ذیل اصطلاحات مستعمل ہیں۔مراطلہ،مبادلہ،صرف۔

المراطلة: سونے کو سونے اور چاندی کو چاندی کے ساتھ تول کر بیچنے کو مراطلہ کہتے ہیں۔ مراطلہ میں جنس کا جنس کے ساتھ تبادلہ ضروری ہے۔

المبادلہ: سکے کو سکے کے ساتھ عدداًفروخت کرنے کو مبادلہ کہتے ہیں۔ جیسے دینار کی دینار اور درہم کی درہم کے ساتھ بیع کرنا۔ تاہم اس میں بھی عوضین کا ہم جنس ہونا ضروری ہے۔

الصرف: چاندی اور سونے کو ایک دوسرے کے مقابلے میں فروخت کرنے کو صرف کہتے ہیں۔ چاہے دونوں کسی بھی شکل میں ہوں۔ اور معاملہ خواہ وزناً ہو یا عدداً ہو۔[12]

بیع صرف کے جواز کی شرائط:

عقدِ صرف کے لئے درج ذیل چار شرائط کا پایا جانا ضروری ہے۔

(۱) مجلس عقد میں قبضہ کا تحقق:

عقدِ صرف میں عوضین پر مجلس میں ہی قبضہ قبل التفرق ضروری ہے۔ زر کی خرید و فروخت کی تمام شکلوں اور تمام صورتوں میں مجلس عقد میں قبضہ ضروری ہے۔ اور اس شرط پر تمام علما کا اتفاق ہے۔ اس شرط کو لازمی قرار دینے کی وجہ یہ ہے کہ اگر ایک طرف سے قبضہ نہ ہو تو یہ بیع الکالئ بالکالئ ہو جائے گا۔ اور ایسے بیع سے حضور ﷺ نے منع فرمایا ہے۔ جیسے سنن دار قطنی میں حضرت ابن عمرؓ روایت کرتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے کالی بالکالی کی بیع سے منع فرمایا۔[13] یہی حدیث حاکم نے مستدرک علی الصحیحین میں بھی نقل کی ہے۔[14]

اس حدیث سے پتہ چلتاہے کہ اگر دونوں طرف قبضہ نہ ہو گا تو یہ بیع الکالی بالکالی ہو گا۔ جو کہ نسیئۃً بِنَسیئۃٍ کے معنی میں ہے۔ یعنی ادھار کی ادھار کے بدلہ میں بیع۔ اور اگر صرف ایک طرف سے قبضہ ہو اور دوسری طرف سے نہ ہو تو اس صورت میں برابری شرط نہیں پائی جائیگی جو کہ عقدِ صرف میں لازمی قرار دی گئی ہے۔ حضرت ابو سعید خدریؓ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

''لَا تَبِیعُوا الذّھبَ بِالذھبِ اِلاّ مثلاً بِمثلٍ ولا تُشِفُّوا بعضھا علیٰ بعضٍ ولا تبیعوا الوَرِقَ بالوَرِقِ الاّ مثلا بمثلٍ ولاتُشِفُّوا بعضھا علی بعضٍ ولا تبیعُوا منھا غائباً بِناجِزٍ۔[15]

(سونے کو سونے کے عوض برابر سرابر بیچو اور چاندی کو چاندی کے مقابلے میں برابر سرابر بیچو اور اس میں کمی زیادتی مت کرو اور نہ ان میں سے کوئی نقد چیز ادھار کے عوض فروخت کرو۔) اسی طرح رسول اللہ ﷺ کی حدیث ہے: الذھب بِاالذھبِ رباً اِلاّھا وھا۔[16]

(۲)عوضین میں برابری کا ہونا:

دوسری شرط مساوات کی ہے۔اسکا مطلب یہ ہے کہ طرفین میں اگر جنس ایک ہو یعنی سونے کو سونے کے عوض اور چاندی کو چاندی کے عوض فروخت کیا جارہا ہو تو اس صورت میں بھی تساوی ضروری ہے۔اس کی دلیل مندرجہ بالا ابو سعید خدریؓ کی روایت میں گزر چکی ہے۔

نیز امام مسلم نے حضرت عثمان بن عفان کی روایت نقل کی ہے: انّ رَسُولَ الله قَالَ: لا تبيعُوا الدّينار بِالدّينارين ولاالدّرهم بالدّرهمَين۔[17]

"حضور ﷺ کا ارشاد ہے کہ ایک دینار کو دہ دینا کے بدلے اور ایک درہم کو دہ درہم کے بدلے مت بیچو"

ان احادیث سے پتہ چلتا ہے کہ سونے اور سونے،چاندی اور چاندی یا سونے اور چاندی چاہے یہ کسی بھی حالت میں ہوں,اگر جنس ایک ہو میں آپس کی تبادلہ کی صورت میں تو تساوی ضروری ہے۔

(۳)خیارِ شرط کی ممانعت:

اس عقد میں ایک شرط یہ بھی ہے کہ اس میں خیار شرط نہ ہو۔کیوں کہ خیار شرط ثبوت ملک سے مانع ہے۔جبکہ عقد صرف کا تقاضا یہ ہے کہ فوراًعقد کی تکمیل ہو جائے۔اور اگر خیار کو ثابت کیا جائے تو تفرق عاقدین کی وجہ سے تقابض فوت ہو جائے گا۔[18]

(۴)ادھار کی ممانعت:

عقدِ صرف کی چوتھی شرط یہ ہے کہ اس میں اجل نہ ہو۔یعنی کسی ایک طرف سے ادھار نہ ہو۔جب تقابض کی شرط ذکر کر دی گئی تو تاجیل کا عقد میں نہ ہونا تقابض کی شرط کو مستلزم ہے۔

عقد صرف کی معاصر تطبیقات

عقد صرف کی چند معاصر تطبیقات درج ذیل ہیں:

عقد صرف کے انعقاد میں جدید آلات کے ذریعے ایجاب وقبول:

عقد صرف کے انعقاد میں ایجاب وقبول کا جدید آلات کے ذریعے طے پانا اگر بیع اور ایجاب کے دوران متعاقدین ایک دوسرے سے دور ہوں تب بھی عقد وجود میں آجاتا ہے۔یعنی اگر کتابت کے ذریعے ہو یا ایک پیغام رساں کے ذریعے ہو۔الدر المختار میں ہے:

(وَلَا يَتَوَقَّفُ شَطْرُ الْعَقْدِ فِيهِ) أَيْ الْبَيْعِ (عَلَى قَبُولِ غَائِبٍ) فَلَوْ قَالَ بِعْتُ فُلَانًا الْغَائِبَ فَبَلَّغَهُ فَقَبِلَ لَمْ يَنْعَقِدْ (اتِّفَاقًا) إلَّا إذَا كَانَ بِكِتَابَةٍ أَوْ رِسَالَةٍ فَيُعْتَبَرُ مَجْلِسُ بُلُوغِهَا بلوغها "[19]

"اور بیع میں عقد کا ایک حصہ قبول غائب پر موقوف نہیں ہو گا۔ پس اگر اس نے کہا کہ میں نے فلانے غائب کو کوئی چیز بیچی پھر اس نے اس کو اپنے اس ایجاب کا بتادیا اور اس نے قبول کر لیا تو بیع بالاتفاق منعقد نہیں ہو گی۔ اِلا یہ کہ یہ ایجاب لکھ کر یا پیغام کے ذریعے ہو تو پھر اس میں قبول کرنے والے کی مجلس کا اعتبار ہو گا۔(اگر مجلس میں قبول کر لے تو بیع منعقد ہو جائے گی۔"

1) ایمیل E.mail اور موبائل وغیرہ کے ذریعے پیغام بھیجنا:

لہذا فیکس اور اس سے مشابہ دیگر چیزوں کو اسی پر قیاس کیا جائے گا۔ جہاں تک ٹیلیفون کی بات ہے تو اس کے ذریعے بھی بیع جائز ہے اور یہ ایسا ہی ہے جیسے آمنے سامنے ہو کیونکہ بائع اور مشتری اگر ایک دوسرے کی آواز سن رہے ہوں تو ایک دوسرے کو دیکھنا ضروری نہیں ہوتا۔ چنانچہ علامہ نوویؒ فرماتے ہیں:

"لَوْ تَنَادَيَا وَهُمَا مُتَبَاعِدَانِ وَتَبَايَعَا صَحَّ الْبَيْعُ بِلَا خِلَافٍ"[20]

"اگر بائع اور مشتری نے ایک دوسرے کو پکارا اور وہ ایک دوسرے سے دور تھے تو پھر بیع بلا خلاف ٹھیک ہو گی"۔

تاہم عقد صرف میں صرف ایجاب و قبول کافی نہیں ہوتا بلکہ اس کے لیے تقابض فی المجلس ضروری ہے اس وجہ سے جدید آلات کے ذریعے اگر ایجاب و قبول عقد صرف کے انعقاد کے لیئے کیا گیا تو اس میں ہر ایک کے وکیل کے ذریعے تقابض فی المجلس ضروری ہو گا اسی طرح بنک کے ذریعے بھی ہو سکتا ہے کہ ہر ایک اپنے اس اکاؤنٹ کے ذریعے عقد کرے جس میں دونوں کے اکاؤنٹ میں اتنی رقم موجود ہو جس پر عقد صرف کیا گیا ہے۔ پس اس میں تقابض حقیقی یا حکمی کا پایا جانا ضروری ہے۔

2) عقد صرف میں توکیل

عقد صرف میں توکیل درست ہے کیونکہ ہر اس کام میں توکیل درست ہے جس کو اصیل کے لئے خود کرنا درست ہو۔ یہ ایک عمومی قاعدہ ہے۔ عقد صرف میں توکیل جائز ہے چنانچہ ہدایہ میں محفوظ بن احمد بن الحسن حنبلیؒ لکھتے ہیں:

وتَصِحُّ فِي حُقُوقِ الآدَمِيينَ مِنَ العُقُوْدِ والفُسُوْخِ والعِتَاقِ والطَّلَاقِ والرَّجْعَةِ وإِثْبَاتِ الْحُقُوقِ واسْتِيْفَائِهَا والإِقْرَارِ والإِبْرَاءِ وفِي تَمْلِيْكِ الْمُبَاحَاتِ مِنَ الصَّيْدِ والْحَشِيْشِ والْمَاءِ ۔ 21

"اور (توکیل) انسانوں کے حقوق (مثلا) عقود، فسخ عقود، عتاق، طلاق، رجوع، حقوق کے اثبات اور وصولی ،اقرار، حق سے بری کرنا مباحات کا مالک بنانا (مثلا) شکار کیلیے گھاس اور پانی (لانے) کیلے میں درست ہے۔"

توکیل بالقبض والتسلیم بھی درست ہے یا صرف قبضہ کے لیئے توکیل بھی درست ہے اور صرف تسلیم کے لیے بھی درست ہے۔

تاہم اس میں اس بات کا خیال رکھا جائے کہ جو قاعدہ ہے چاہے اصیل ہو یا وکیل اس کے مجلس سے جانے سے پہلے پہلے قبضہ ہو جائے۔

عقد صرف میں دوطرفہ وعدہ کی شرعی حیثیت

دوطرفہ وعدہ چونکہ عقد کے مشابہ ہے لہذا ان عقود میں جائز نہیں ہو گا جن کا فی الحال وجود میں آنا لازم ہو مثلا دوطرفہ وعدہ بیع جس میں بیع مستقبل میں واقع ہو وغیرہ۔ کیونکہ اس میں ابھی بائع کی ملکیت میں نہیں آئی ہوتی۔

تاہم بعض علما کی رائے یہ ہے کہ دوطرفہ وعدہ قضالازم ہو جاتا ہے۔

اور فتاوی ہندیہ میں ہے۔:وَإِن ذَكَرَ االبَيعَ مِن غَيرِ شَرطٍ ثُمَّ ذَكَرَا الشَّرطَ عَلىٰ وَجه المُوَاعَدةِ جَازَ البَيعُ وَيَلزَمُ الوَفَاءُ بِالوَعدِ كَذَا فِي فَتَاوىٰ قَاضِي خَان ۔ 22

"اگر دونوں نے بیع بغیر شرط کے کی اور پھر شرط کا ذکر بطور وعدہ کے کیا تو بیع جائز ہو جائے گی اور وعدہ پورا کرنا لازم ہو گا"۔

اور شرح المجلۃ میں علامہ خالد الاتاسی لکھتے ہیں:وَإِن ذَكَرَاالبَيعَ مِن غَيرِ شَرطٍ ثُمَّ ذَكَرَاالشَّرطَ عَلىٰ وَجه المُوَاعَدَة فَالبَيعُ جَائِزٌ وَيَلزمُ الوَفَا بِالوَعدِ لِاَنَّ المَوَاعيدَ قَد تَكُونُ لَازِمَة فَتُجعَلُ لَازِمَة لِحَاجَة النَّاسِ23

"اگر دونوں نے بیع بغیر شرط کے کی اور پھر شرط کا ذکر بطور وعدہ کے کیا تو بیع جائز ہو جائے گی اور وعدہ پورا کرنا لازم ہو گا۔ اس لیئے کہ وعدے کبھی کبھی لازم ہو جاتے ہیں لہذا لوگوں کی ضرورت کے پیش نظر اس کو لازم قرار دیا جائے گا"۔

مندرجہ بالا عبارات میں یہ بات مذکور ہے کہ اگر بائع اور مشتری دونوں نے بیع کا ذکر کیا بغیر شرط کے محض مواعدہ کے طور پر تو بیع جائز ہو گی اور اس کے ذمے وعدہ کو پورا کرنا لازم ہو گا۔۔ اس لئے کہ وعدے کبھی کبھار لازم (قرار دئے جاتے) ہیں۔ پس لوگوں کے ضرورت کے پیش نظر اس کو لازم قرار دیا جائے گا۔

تاہم غور کرنے سے یہ بات واضح ہوتی ہے کہ دوسرے حضرات کا موقف اس سلسلے میں زیادہ مضبوط ہے کہ کیونکہ معاملہ اجتہادی ہے تو پھر اس میں لوگوں کی ضرورت اور حاجت کا لحاظ رکھا جانا ضروری ہے۔

چنانچہ مفتی تقی عثمانی صاحب لکھتے ہیں: وَلٰکِنَّ رُبما تَمُسُّ الحَاجةُ الیٰ مواعَدَة مُلزِمة للطّرفَینِ وَخَاصّة فِی التّجارةالدُّوَلیةِ وَ اتّفاقِیَات التّورِیدِ ۔ [24]

لیکن طرفین کے درمیان کبھی کبھی وعدہ ملزمہ کی ضرورت پیش آسکتی ہے خاص کر کہ عالمی تجارت میں Supply Arrangement میں۔

درج بالا بحث سے یہ بات واضح ہوتی ہے کہ وعدہ ملزمہ بین الطرفین کہ ضرورت پیش آسکتی ہے۔ تاہم بیع صرف میں اس کی اجازت اس لئے نہیں دی جاسکتی کہ یہ عقد کے مشابہ ہو جائے گا جبکہ قبضہ فورانہ پائے جانے کی صورت میں یہ عقد صحیح نہیں ہو گا۔

جہاں تک باقی بیوع کا تعلق ہے تو اس میں ضرورت کے پیش نظر وعدہ ملزمہ من الطرفین کی ضرورت پیش آنے کی وجہ سے اس کی اجازت دی جاسکتی ہے۔ تاہم وہ بھی محض وعدہ کی حیثیت سے ہو اور مستقبل میں جب عقود کا وقت آئے تو دوبارہ ایجاب و قبول کے ذریعے عقد بیع کو وجود دیا جائے کیونکہ اس میں شبہ پایا جاتا ہے۔

مشارکہ اور مضاربہ میں طرفین میں سے کسی کی نقصان سے عوض کی گارنٹی

عقد مشارکہ اور عقد مضاربہ میں طرفین میں سے کسی کے لئے جائز نہیں کہ وہ دوسرے کو کرنسی کی خرید وفروخت میں نقصان سے بچائے یا نقصان سے عوض کی گارنٹی دے۔ عقد مشارکہ میں طرفین میں سے ہر ایک دوسرے کا وکیل ہوتا ہے اور وکیل کے ہاتھ میں جو کچھ ہوتا ہے وہ امانت کے طور پر ہوتا ہے اس کے لئے وہ کفیل نہیں بن سکتا ہے۔ اسی طرح عقد مضاربہ میں مضارب کے ہاتھ میں مال بطور امانت ہونا اس لئے وہ کفیل نہیں بن سکتا ہے۔

3) جو دین ثابت فی الذمۃ ہو ان کی خرید و فروخت:

جو دین ثابت فی الذمۃ ہو ان کی خرید و فروخت کی دو صورتیں ہیں۔

1۔ **مقاصہ**: یعنی زید کے عمرو کے ذمے ۵۰ ڈالر ہیں اور عمرو کے زید کے ذمے ۵۰۰۰ روپے ہیں۔ پس زید اور عمرو آپس میں ایک کوئی قیمت متعین کرلیں اور اس مقدار کا دین (کل یا بعض) دونوں کے ذمے سے ساقط ہو جائے گا۔ مثلاً اگر وہ اس بات اتفاق کرلیں کہ ایک ڈالر ۱۰۰ روپے کے برابر ہے تو پچاس ڈالر 5000 روپے کے برابر ہونگے لہٰذا دونوں کے ذمے جو ایک دوسرے پر قرض تھا وہ ختم ہوا۔

2۔ دوسری صورت اس کی یہ ہے کہ مثلاً زید کے عمرو کے ذمے ۵۰۰ ڈالر ہیں اور زید اور اس بات پر اتفاق کرتے ہیں کہ ان ڈالرز کی ادائگی روپوں میں کر دی جائے گی تو یہ بھی جائز ہے۔

مندرجہ بالا صورتیں جائز ہیں کہ ان میں کوئی شرعی محظور لازم نہیں آتا۔ دوسرا اس سلسلے میں حضرت ابن عمرؓ کی حدیث ہے۔ جس میں ابن عمرؓ فرماتے ہیں کہ میں حضور ﷺ کے پاس آیا اور کہا کہ میں بقیع میں اونٹ دنانیر کے بدلے بیچتا ہوں، پھر دراہم لیتا ہوں۔ دراہم کے بدلے بیچتا ہوں، دنانیر وصول کرتا ہوں۔ تو آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: "اس میں کوئی حرج نہیں، اگر اسی دین کی کرنسی کی قیمت کے حساب سے لو اور تم آپس میں اس حال میں جدا نہ ہو کہ تم دونوں کا ایک دوسرے کے ذمے کچھ ہو"۔[25]

4) عقد صرف اور حوالہ کا اجتماع:

بنک کے ذریعے اپنے اکاؤنٹ سے کسی اور اکاؤنٹ میں رقم منتقل کرنا جائز ہے اگر چہ جو کرنسی منتقل کرنی مقصود ہو اکاؤنٹ اس کرنسی میں نہ بھی ہو۔ یہ معاملہ عقد صرف اور حوالہ پر مشتمل ہوتا ہے جس میں عقد صرف میں قبضہ حقیقی بھی ہو سکتا ہے یا حکمی بھی ہو سکتا ہے۔ حکمی قبضہ بنک ڈرافٹ بننے سے ہو جائے گا پھر اس کے بعد حوالہ کا عمل مکمل ہو جائے گا جس میں وہ کرنسی مطلوبہ اکاؤنٹ میں منتقل کر دی جائے گی جو کہ درخواست گزار نے خریدی ہے۔

تاہم یہاں پر بنک کے لئے جائز ہے کہ وہ درخواست گزار سے رقم کی منتقلی کے عوض اجرت طلب کرے۔ مندرجہ بالا مسئلے کی صورت مسئلہ یوں ہے کہ زید کا حبیب بنک میں روپوں میں اکاؤنٹ ہے اور وہ چاہتا ہے کہ امریکہ کی کسی کمپنی کو ڈالر میں رقم ادا کرے اس کے لئے وہ بنک کو درخواست لکھتا ہے کہ اتنے ڈالر کے مقدار روپے میرے اکاؤنٹ سے امریکہ میں فلاں بنک فلاں اکاؤنٹ میں ڈالر میں منتقل کر دیں۔ مذکورہ صورت میں دو معاملے ہیں
۔

پہلا معاملہ عقد صرف ہے کہ جس میں درخواست گزار بنک کو پیسے دیتا ہے ڈالر خریدتا ہے اس معاملہ میں قبضہ حکمی پایا جاتا ہے۔ بنک جب رقم کی منتقلی کا ڈرافٹ بناتا ہے تو وہ قبضہ حکمی پر دلالت کرتا ہے یا وہ جو سعر صرف (Exchang Rate) پر اتفاق کر کے بنک کو مستند درخواست کے حوالے کرتا ہے وہی قبضہ حکمی پر دلالت کرتا ہے ۔ چنانچہ مجمع الفقہ الاسلامی کے قرارریں میں ہے:

إِذَا كانَ المطلُوبُ فِي الحَوالةِ دَفعُهَا بِعُملَةٍ مُغايَرةٍ لِلمَبَالغِ المقَدّمةِ مِن طَالبِهَا، فإن العَملية تَتَكَوّنُ مِن صَرفٍ وَحَوَالَةٍ بِالمعنٰى المشارِ إليهِ في الفِقرَةِ (أ) ، وَتجري عمليةُ الصّرفِ قَبلَ التّحويلِ، وَذٰلكَ بِتَسلِيمِ

العَميلِ المبلَغَ لِلبنكِ، وَتَقيِيدِ البِنكِ لهُ فِي دَفَاترِهِ بَعدَ الاِتِّفَاقِ عَلىٰ سِعرِ الصّرفِ المثبتِ فِي المستَنَدِ المسلمِ لِلعَمِيلِ، ثُمَّ تَجرِي الحَوَالَةُ بِالمعنىٰ المشَارِ إِلَيهِ[26] ۔

اگر حوالہ کے ذریعے منتقلی کے لئے مطلوبہ کرنسی اس کرنسی کے علاوہ کسی اور کرنسی میں ہو جو کرنسی کی درخواست گزار نے بنک کو دی ہے تو اس صورت میں یہ معاملہ صرف اور حوالہ پر مشتمل ہو گا۔ اس طریقہ میں جیسا کہ اوپر بیان ہوا اور عقد صرف حوالہ سے پہلے جاری ہو گا جب صارف پیسے بنک کے حوالے کر دے گا اور بنک سعر صرف پر اتفاق کے بعد اس کو اپنے رجسٹر میں ریکارڈ کر لے اور ایک مستند درخواست گزار کے حولے کر دے (اس سارے عمل کے بعد) وہ حوالہ کا عمل ہو گا جس کی طرف اوپر اشارہ کر دیا گیا ہے۔

شیخ وہبۃ الزحیلیؒ اس سلسلے میں لکھتے ہیں: وَبِناءً عَلىٰ هَذٰا يَجِبُ أَن يَتِمَّ عَقدُ الصّرفُ مُنجزاً مَعَ البِنكِ أَو الصَّرَّافِ دُونَ تَأجِيلِ الدَّفعِ، وَهٰذَا يحدثُ فِعلاً؛ لِأَنَّ الصرَّافَ مُستَعِدٌّ لِتَسلِيمِ العِوَضِ فِي مَجلِسِ العَقدِ، وَلٰكِن لَا يَتِمُّ القَبضُ الفِعلِيُّ لِعِوَضٍ أَو بَدل الصّرفِ، وَيَقُومُ مَقَامَهُ قَبضٌ حُكمِيٌّ، لَا يَنقُصُهُ سِوىٰ القَبضِ الصُّورِيّ وَالإِعَادَة فوراً، ثمَّ يَعقبُهُ إبرَامُ عقدٍ آخَرَ منفصلٍ وَهُوَ تَحوِيلُ المبلَغِ إِلىٰ بَلَدٍ آخَرَ، وَيَكُونُ ذٰلِكَ علىٰ أساسُ عَقدِ القَرضِ، ۔ [27]

ترجمہ: اور اس بنیاد پر یہ ضروری ہے کہ بنک یا صرّاف کے ساتھ عقد صرف بغیر تاجیل کے فوراً مکمل ہو اور حقیقت میں یہی ہوتا ہے کیونکہ صراف مجلس عقد میں عوض حوالہ کرنے کیلئے تیار ہوتا ہے لیکن عوض یا بدل صرف پر (حقیقی) قبضہ نہیں ہوتا اور قبضہ حکمی ہوتا ہے جس میں صرف قبضہ صوری (حقیقی) نہیں ہوتا اور فوری واپسی نہیں ہوتی پھر اس کے بعد ایک اور مستقل عقد ہوتا ہے اور وہ اس رقم کی کسی اور شہر منتقلی کا ہوتا ہے پس یہ معاملہ قرض کے عقد کے تحت ہوتا ہے۔

اشکال: تاہم اس میں ایک اشکال آتا ہے کہ عقد صرف کا معاملہ جب طے پار ہا ہو تو اس بنک کے پاس اس وقت کبھی وہ کرنسی موجود نہیں ہوتی جو کہ درخواست گزار اس بنک سے خرید رہا ہو تا مثلاً اگر وہ ڈالر کے بدلہ میں روپے پاکستان بھیجنا چاہتا ہے تو ہو سکتا ہے اس بنک کے پاس اتنے مقدار میں روپے ہوں جو وہی نہ ہوں؟

اس صورت میں عقد صرف میں قبضہ حکمی بھی نہیں آئے گا اور عقد صرف ٹھیک نہ ہو گا۔ اس لئے حوالہ کے ساتھ اس سے پہلے عقد صرف مکمل ہونے کے لئے ضروری ہے کہ بنک کے پاس وہ کرنسی اتنی مقدار میں موجود ہو جو کہ درخواست گزار خرید رہا ہے۔ تو پھر یہ ٹھیک ہو گا۔ جہاں تک اس کے بعد حوالہ کے معاملے کا تعلق ہے یعنی درخواست گزار اور بنک کا کیا تعلق ہو گا۔ تو شروع میں درخواست گزار بنک کو قرض دے رہا ہوتا ہے اور پھر اس قرض کا احالہ کرتا ہے کسی اور شخص کی طرف۔ یعنی اس شخص کہ طرف جس کو درخواست گزار یہ پیسے پہنچانا چاہتا ہے

۔

تاہم اس معاملہ پر دو اور اشکال وارد ہوتے ہیں۔

پہلا اشکال: پہلا اشکال یہ ہے کہ بنک اس عمل پر اجرت وصول کرتا ہے اور وہ گویا کہ ربوٰ ہے کہ بنک کو زیادہ پیسے دیے جاتے ہیں اور وہ آگے مرسل الیہ کو کم دیتا ہے۔ اس کا جواب یہ ہے کہ اس اضافی رقم کا تعلق اس رقم سے نہیں ہوتا جو بطور قرض دیا گیا۔ بلکہ یہ اضافی رقم اداری امور اور یہ مبلغ وہاں پہنچانے کی اجرت کے طور پر لی جاتی ہے۔ چنانچہ مفتی محمد تقی عثمانیفقہ البیوع میں لکھتے ہیں:وَلٰكِن افتٰى كَثِيرٌ مِنَ العُلَمَاءِ المعَاصِرِينَ بِجَوَازِهَا عَلىٰ اَسَاسِ اَن العُمُولَةَ الَّتِي تَتَقَاضَاهَاالبَرِيدُ عُمُولَةٌ مُقَابِلَ الاَعمَالِ الاِدَارِيَّه مِن دَفعِ الاِستِمَارَهِ وَتَسجِلِ المبَالِغِ وَارسَالِ الاِستِمَارَهِ اَوالبَرقِه وَغَرِهَا اِلىٰ مَكتَبِ البَرِيدِ فِي بَلَدِ المرسِلِ اِلَيهِ ۔ 28

لیکن اکثر معاصر علمانے اس (معاملے) کے جواز کا فتویٰ دیا ہے۔ اس بنیاد پر کہ بنک جو کمیشن لیتا ہے اس مبلغ کے تحویل پر وہ (دراصل فارم دینار قم کو ریکارڈ کرنا اور اس دوسرے آفس میں وہ فارم یاE-mail بھیجنا وغیرہ۔

اور علامہ وہبۃ الزحیلیؒ بھی اس سلسلے میں لکھتے ہیں: وَإن أَعطِيَ المبلغَ قَرضاً بِشَرطِ دَفعِه إِلىٰ فُلَانٍ فِي بَلَدٍ كَذَا، فَإِن لَم يَقصِد المقرِضُ ضَمَانَ المقتَرِضِ خَطرَ الطَّرِيقِ، جَازَتِ الحَوَالَةُ بِالاِتِّفَاقِ ۔ 29

اگر رقم بطور قرض کے دی اس شرط کے ساتھ کہ فلاں شخص کو فلاں شہر میں دے دیں، پس اگر قرض دینے والے کا اس سے مقصود راستے کے خطرے سے حفاظت نہ ہو تو پھر یہ معاملہ جائز ہے۔

دوسرا اشکال: دوسرا اشکال اس پر یہ ہوتا ہے کہ یہ سفتجہ کی صورت ہے جس کو علمانے ناجائز قرار دیا ہے۔ (جس قرض کو دینے والے کا مقصود راستے کے خطرے سے حفاظت ہو) اس کا جواب یہ ہے کہ سفتجہ کا اشکال اس پر اس لئے وارد نہیں ہوتا کہ اس میں رقم پہنچانی مقصود ہوتی ہے نہ کہ راستے کے خطرے سے حفاظت۔

نوٹ: باحث کے خیال میں اگر اس معاملے کو یوں دیکھ لیا جائے کہ درخواست گزار جب بنک کو قرض دیتا ہے تو بنک اس کا مقروض ہو گا اب جب بنک کو یہ کہا جاتا ہے کہ یہ قرض جو آپ کے ذمے ہے یہ فلاں شخص کو دے دو تو بنک اس پر رضامندی کا اظہار کرتا ہے لیکن وہ یہ شرط لگا رہا ہے کہ اس عمل پر میں اتنا معاوضہ لونگا اور ظاہر ہے کہ یہ رقم اس شخص کو پہنچانا مقترض / بنک کی ذمہ داری نہیں لہذا اس کا اس پر اجرت لینا جائز ہے۔

پس اس صورت میں اس معاملہ پر نہ اجرت لینے والا اشکال ہو گا اور نہ ہی سفتجہ کی بحث کی ضرورت پڑے گی۔ کہ جس کو بعض علمانے جائز قرار دیا ہے اور بعض نے مکروہ۔ (واللہ اعلم بالصواب)

نتائج بحث

1. عقد صرف کا اجمالی تصور جمہور فقہا کے ایک تقریبا ایک جیسا ہے البتہ مالکیہ کے ہاں کچھ اضافی اصطلاحات جیسے مراطلہ اور مبادلہ وغیرہ استعمال ہوتے ہیں۔
2. عقد صرف میں توکیل درست ہے کیونکہ ہر اس کام میں توکیل درست ہے جس کو اصیل کے لئے خود کرنا درست ہو
3. عقد صرف کے انعقاد میں جدید آلات جیسے موبائل یا ایمیل کے کے ذریعے ایجاب وقبول درست ہے
4. وعدہ ملزمہ بین الطرفین کہ ضرورت پیش آسکتی ہے۔ تاہم بیع صرف میں اس کی اجازت اس لئے نہیں دی جاسکتی کہ یہ عقد کے مشابہ ہو جائے گا جبکہ قبضہ فورانہ پائے جانے کی صورت میں یہ عقد صحیح نہیں ہو گا۔
5. عقد مشارکہ میں طرفین میں سے ہر ایک دوسرے کا وکیل ہوتا ہے اور وکیل کے ہاتھ میں جو کچھ ہوتا ہے وہ امانت کے طور پر ہوتا ہے اس کے لئے وہ کفیل نہیں بن سکتا ہے۔ اسی طرح عقد مضاربہ میں مضارب کے ہاتھ میں مال بطور امانت ہونا اس لئے وہ کفیل نہیں بن سکتا ہے۔
6. جو دین ثابت فی الذمۃ ہو ان کی خرید وفروخت مقاصہ کی صورت میں اپنی شرائط کے ساتھ جائز ہے
7. عقد صرف اور حوالہ کے اجتماع میں جائز صور یہ ہے کہ بنک یا صرّاف کے ساتھ عقد صرف بغیر تأجیل کے فوراً مکمل ہو نیز حوالہ کے ساتھ اس سے پہلے عقد صرف مکمل ہونے کے لئے ضروری ہے کہ بنک کے پاس وہ کرنسی اتنی مقدار میں موجود ہو جو کہ درخواست گزار خرید رہا ہے۔ بینک کا رقم کی ٹرانسفر پر سروسز کی فیس لینا جائز ہے۔

حوالہ جات

---

[1]-ابن منظور، محمد بن مکرم الافریقی (متوفی۔ ۷۱۱ھ) لسان العرب، مادہ: ص رف۔

[2]فیروز آبادی، ابو طاہر محمد بن یعقسوب، (متوفی۔ ۸۱۷ھ) القاموس المحیط (مؤسسۃ الرسالۃ للطباعۃ النشر والتوزیع بیروت۔ لبنان) ، ۱۴۲۶ھ۔ ۲۰۰۵ء، طبع۔ ہشتم، ۱: ۸۲۷، ۸۲۶

[3]الفرقان: 25، 19

4ابو العباس، احمد بن محمد علی الحموی (متوفی۔ ۷۷۰ھ) المصباح المنیر فی غریب الشرح الکبیر، المکتبۃ العلمیّۃ۔ بیروت، ۱: ۳۳۸

5ابن عابدین، محمد امین بن عمر (المتوفیٰ ۱۲۵۲ھ)، رد المحتار علی الدر المختار، دار الفکر۔ بیروت، الطبعۃ الثانیۃ، 1412ھ-1992ء، ۲۵۷:5

6-الکاسانی، علاؤالدین ابو بکر بن مسعود الحنفی (متوفی۔۵۸۷ھ) بدائع الصنائع، (دار الکتب العلمیہ)، ۱۴۰۶ھ۔ ۱۹۹۲، الطبعۃ الثانیۃ، جلد ۵:۲۵۷

7ایضا

8البہوتی، منصور بن یونس الحنبلی (متوفی۔۱۰۵۱ھ) کشاف القناع عن متن الاقناع، دار الکتب العلمیہ، ۳:۲۶۶

9الشربینی، شمس الدین محمد بن احمد الشافعی (متوفی۹۷۷ھ) مغنی المحتاج الی معرفۃ الفاظ المنہاج، دار الکتب العلمیہ، ۱۴۱۵ھ۔ ۱۹۹۴ء، طبع اول، ۲:۳۶۹

10ایضا۔

11الحطاب، شمس الدین محمد بن محمد المالکی (متوفی۔۔۹۵۴ھ) مواہب الجلیل فی شرح مختصر خلیل، دار الفکر، ۱۴۱۲ھ۔۔۔۔۔ ۱۹۹۲ء، طبع سوم، ۴:۲۲۶

12ایضا۔

13الدارقطني، ابوالحسن علی بن عمر (متوفی۔۔۳۸۵ھ) سنن الدارقطنی، مؤسسۃ الرسالۃ۔ بیروت۔۔ لبنان، ۱۴۲۴ھ۔۔۔ ۲۰۰۴ئ، طبع اول، کتاب البیوع، حدیث نمبر 3060

14الحاکم، محمد بن عبد اللہ (متوفی۔۔۴۰۵ھ) المستدرک علی الصحیحین، دار الکتب العلمیہ۔۔ بیروت، ۱۴۱۱ھ۔۔۔ ۱۹۹۰ئ، طبع اول، کتاب البیوع، حدیث نمبر ۲۳۴۲۔

15القشیری، مسلم بن حجاج (متوفی۔۔۲۶۱ھ) المسند الصحیح المختصر، دار احیاالتراث العربی۔۔ بیروت، کتاب المساقاۃ، باب الربا، حدیث نمبر ۱۵۸۴۔

16البخاری، ابو عبد اللہ محمد بن اسماعیل، (متوفی۔۲۵۶ھ)، صحیح البخاری، دار طوق النجاۃ۔، کتاب البیوع، حدیث نمبر ۲۱۷۴۔

17البخاری، صحیح البخاری، کتاب البیوع، حدیث نمبر-1585

18ابن عابدین، ابن عابدین محمد امین بن عمر (متوفی۔۔۱۲۵۲ھ) ردّ المحتار علیالدّرّ المختار، ۵:۲۵۷

19ابن عابدین، محمد امین بن عمر، (المتوفیٰ ۱۲۵۲ھ)، رد المحتار علی الدر المختار، ۴:۵۱۲

20النووی، محی الدین یحی بن شرف، (۶۷۶ھ)، المجموع شرح المھذب، ۹:۱۸۱

21ابو الخطاب، محفوظ بن احمد، الهدايهعلیمسلکالاماماحمد بنحنبلؒ، موسسۃ غراس للنشر والتوزیع، طبع ۱۴۲۵ / ۲۰۰۴۔ اولی، ص:۲۷۷۔

22لجنۃ العلمابریاسۃ نظام الدین البلخی، الفتاوی الہندیۃ، دار الفکر، الطبعۃ: الثانیۃ، ۱۳۱۰ھ، ۳:۲۰۹

23الاتاسی، محمد خالد، (المتوفی 1879)، شرح المجلۃ، کوئیٹہ پاکستان، مکتبہ اسلامیہ، ۱:۴۱۵

24العثمانی، محمد تقی، فقہ البیوع، ۱:۹۴

25ابن حبان, محمد بن حبان بن أحمد بن حبان, الإحسان في تقريب صحيح, مؤسسة الرسالة، بيروتالطبعة: الأولى، 1408ه-11,1988: 4920:287

26مجمع الفقہ الاسلامی، مجلۃ مجمع الفقہ الاسلامی، الدورۃ التاسعۃ، العدد: التاسع، الجزء الثانی، ص:۲۱۸۹

27الزحیلی، وہبۃ بن مصطفی، الفقہ الاسلامی وادلتہ، دار الفکر۔ سوریہ۔ دمشق، طبع۔ چہارم، ۵:۳۶۷۲

[28] العثمانی، محمد تقی، فقہ البیوع، ۲:۷۵۱

[29] الزحیلی، وہبۃ بن مصطفی، الفقہ الاسلامی وادلتہ، ۵:۳۶۷۲